ڈاکٹر ماریہ ترمذی
ٹیچنگ اینڈ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اردو
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

علم الاشتقاق: نظریاتی مباحث

Etymology and its theoretical concepts

Abstract:
Etymology is the study of the origin of words and the way in which their meanings have changed throughout history. It is a subfield of historical linguistic, Philology and semiotics, and it draws upon semantic, pragmatics, phonetics and morphology in order to construct a chronological catalogue of all meanings that a morpheme, phoneme, word, or sign has carried across. it is a part of historical linguistic. Etymologists defined its principles and ways of research. Etymology is a serious and interesting study of words history and has its importance related lexicography and lexicology. Usually dictionaries and glossaries suppose to give little etymological information of their entries but they cannot hold serious etymological discussions except specialized etymological glossaries. There are four methods of etymology which are described in this article (philology, dialectology, comparative method, semantic change). Etymologists and linguistic experts also described the problems and principles of etymological research. Some of them are related to research procedure and some are with presentation of research results.
Keywords: etymology philology, dialectology, comparative method, semantic change, principles of etymology, problems, research

لغت سازی اطلاقی لسانیات کے زمرے میں آتی ہے۔ لغت ذخیرہ الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ذخیرہ الفاظ کے تعین میں بہت سی دشوارایاں آتی ہیں۔ تاریخی اعتبار سے ذخیرہ الفاظ میں تبدیلی ہوتی رہتی ہیں یعنی کچھ پرانے الفاظ معدوم ہو جاتے ہیں اور کچھ نئے جنم لیتے ہیں۔ لغت میں جہاں لفظ کے تلفظ، املا، معانی اور استعمال کے متعلق معلومات درج کی جاتی ہیں وہاں ان اہم معلومات میں سے ایک حصہ لفظ کے اشتقاق کے متعلق بھی ہوتا ہے۔

۱۔ علم الاشتقاق: تعریف اور وضاحت:

اردو میں اشتقاق کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قواعد کی رُو سے اور لسانیات کی اصطلاح کے طور پر اس کے معنی مختلف ہیں۔ لغات میں بھی اس کے معانی میں اختلاف ملتا ہے۔ نور اللغات میں مؤلف نے اشتقاق کی تعریف میں لکھا ہے کہ

> چیرنا، نکالنا، ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنانا۔۔ مشتق کرنا، صیغے نکالنا، کچھ تغیر کر کے اس سے دوسرا کلمہ بنانا، جس کلمے کو بنائیں اسے مشتق اور جس سے بنائیں اسے مشتق منہ کہتے ہیں۔[1]

فرہنگِ آصفیہ میں اشتقاق کے حوالے سے درج ہے کہ

> کسی شے کو پھاڑ کر کچھ نکالنا، صرفیوں کی اصطلاح میں مصدر سے اور صیغوں کا نکالنا۔[2]

اردو لغت(تاریخی اصول پر) میں اشتقاق کے درج ذیل مفاہیم درج ہیں۔

i. وضع بناوٹ

ii. کسی مضمون سے دوسرا مضمون پیدا کرنا جو اس سے ملتا جلتا ہو، مشق تک پیدا کرنا، اخذ کرنا۔

iii. کسی نوع یا جس سے دوسری نوع یا جنس کا پیدا ہونا۔

iv. (قواعد) کسی کلمے سے دوسرا کلمہ بنایا جانا یا بنانا، لفظ کی اصل، ماخذ، مادہ تعریف یا گردان۔

v. (بدیع) ایک جملے یا شعر میں دو ایسے لفظ لانا جن کا ماخذ ایک ہو صنعت اشتقاق (یہ کلام کی ایک لفظی خوبی ہے)۔[3]

البتہ اشقاقیات کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

> کسی لفظ کے بارے میں یہ معلوم کرنے کا علم یا طریقہ کہ وہ کس طرح بنا ہے اور اس کی اصل یعنی ماخذ کیا ہے۔[4]

نور اللغات، فرہنگِ آصفیہ اور اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں لفظ اشتقاق کو مذکر بتایا گیا ہے۔

جان پلیٹس نے مشق کو لفظ اشتقاق کا مادہ بتایا ہے اور اس کے معنی الگ کرنے یا تقسیم کرنے کے لکھے ہیں نیز انگریزی زبان کے الفاظ Derivation اور Etymology کو اس کا ہم معنی بتایا ہے۔[5]

اردو لغات میں موجود تعریفوں سے واضح ہوتا ہے کہ اشتقاق کا لفظ اردو میں ایک سے زائد معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عمومی طور پر اردو میں اشتقاق دو مخصوص معنوں میں مستعمل ہے۔ لفظ اشتقاق کا ایک روایتی استعمال قواعد کی رُو سے ہے، جس کے معنی ایک کلمے سے دوسرا کلمہ بنانے کے ہیں۔ لسانیات میں اشتقاق کے معنی مختلف ہیں۔ کشاف اصطلاحات لسانیات میں اشتقاق کو انگریزی زبان کے لفظ Etymology کا متبادل بتایا گیا ہے۔ بطور لسانی اصطلاح اسے علم الاشتقاق کہا ہے۔

> لسانیات کا وہ شعبہ جو الفاظ کی اصل اور تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اور زیرِ مطالعہ لسانی گروہ میں ان الفاظ کے قدیم ترین دور کا تعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔[6]

علم الاشتقاق کی مزید تفہیم کے لیے انگریزی متبادل Etymology کے معانی انگریزی لغات اور ماہرین لسانیات کی رائے کی روشنی میں دیکھ لینے چاہییں۔

English urdu Dictionary میں Etymology کے دو معانی درج ہیں۔

۱۔ علم حرف۔

۲۔ زبان دانی کی شاخ جو الفاظ کی ساخت اور معنوں سے بحث کرتی ہے۔[7]

جب کہ اوکسفرڈ ڈکشنری میں Etymology کی تعریف قدرے واضح الفاظ میں کی گئی ہے۔

۱۔ الف۔ الفاظ کی اصل، اشتقاق، نیز معنوی تبدیلیوں کا کھوج، جو لفظ میں واقع ہوئی ہیں۔

ب۔ اس تلاش کا خلاصہ بیان کرنا۔

۲۔ علم اللسان کی وہ شاخ جو اس تفتیش سے تعلق رکھتی ہوں۔[8]

انگریزی زبان میں مختلف ماہرین لسانیات نے علم الاشتقاق کے بارے میں اپنی آرا کا اظہار کیا ہے۔ سجیتا براہا (SejitaBraha) اپنے مضمون The Etymology of Words میں علم الاشتقاق کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ علم الاشتقاق سے مراد وقت کے ساتھ ساتھ الفاظ کی تاریخ اور ان

کی ابتدا، اشکال اور معنی میں ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ ہے۔ سجیتا براحانے علم الاشتقاق کی تعریف کی وضاحت کے لیے کچھ الفاظ کی مثالیں دی ہیں جن میں سے ایک لفظ ایڈمرل (Admirl) ہے۔ یہ لفظ انگریزی زبان میں پندرھویں صدی سے عہد جدید تک اعلیٰ بحری افسر کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ یہ لفظ بارھویں صدی میں Admirail کی شکل میں قدیم فرانسیسی زبان سے انگریزی میں آیا۔ قدیم فرانسیسی میں یہ لفظ مسلم جہادیوں کے سپہ سالار کے لیے مستعمل تھا۔ فرانسیسی زبان میں یہ مستعار لفظ تھا۔ ابتدا میں یہ لفظ عربی زبان میں amir کی شکل میں فوجی سپہ سالار کے لیے استعمال ہوتا تھا جو ممکن ہے پہلے لاطینی زبان میں مسلم فوجی سپہ سالار کے لیے استعمال ہوتا ہو۔ اس لفظ کے معنی میں تبدیلی بارھویں صدی میں ہوئی جب اسے بحری سپہ سالار کے بجائے زمینی سپہ سالار کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔"[9]

لیوزنگ (Liu Zheng) اپنے ریسرچ آرٹیکل "Etymological Application on English Word Memory" میں علم الاشتقاق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم الاشتقاق لسانیات کی ایک شاخ ہے جس میں الفاظ کی ابتدا، ترقی اور ارتقاء کا عمل دریافت کیا جاتا ہے۔[10]

ڈبلیو۔ پی۔ لے مین علم الاشتقاق کے حوالے سے اپنے مضمون *Etymology* میں لکھتے ہیں:

علم الاشتقاق لسانیات کی شاخ ہے، جس میں سائنسی اصولوں کے مطابق زبان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں الفاظ اور ان کے مرکبات کی تاریخ کا کھوج لگایا جاتا ہے کہ الفاظ کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور انھیں کون کون سی زبانوں سے اخذ کیا گیا۔ جب سے تاریخی لسانیات نے زبانوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کی ہیں علم الاشتقاق کی حدود سمٹ گئی ہیں۔ تاریخی لسانیات نے یہ معلومات جدلیاتی جغرافیہ اور سماجی لسانیات کے مطالعے سے اکٹھی کی ہیں۔ تاریخی لسانیات کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس نے ابتدا اور پس منظر کے تناظر میں دیسی الفاظ اور مستعار الفاظ کو الگ الگ کر دیا۔[11]

پال رابرجی (PaulRoberge) فیلپ ڈرکن (Philip Durkin) کی تصنیف *The Oxford Guide to Etymology* پر تبصرے میں علم الاشتقاق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم الاشتقاق کی اصطلاح جدید مباحث کا حصہ ہے۔ یہ عمومی طور پر الفاظ کی تاریخ کا کھوج لگاتی ہے۔ اس کا مقصد صرف الفاظ کی ترقی اور ارتقاء کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ علم الاشتقاق الفاظ کے ان خاص گوشوں کو تلاش کرتا ہے جہاں تاریخ اور دستاویزی ریکارڈ خاموش نظر آتا ہے۔ پیشہ ور لغت نویس اور ماہر لسانیات کے لیے محض الفاظ اور

اصطلاحات کی اصل اور معنی کی تبدیلی ہی کافی ہوتی ہے مگر الفاظ کی علم الاشتقاق کے حوالے سے جانچ پرکھ کوئی عالم اور ذہین فطین ماہر لسانیات ہی کر سکتا ہے۔[12]

گیان چند جین نے اپنی تحقیقی کتاب عام لسانیات میں ایک باب "علم اللغات اور لفظ اصلیات" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ علم الاشتقاق کے لیے انھوں نے "لفظ اصلیات" کی اصطلاح استعمال کیے اور اس کے معنی "لفظ کی سچائی دریافت کرنے" کے بتائے ہیں۔ مزید یہ کہ علم الاشتقاق کے معنی میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اس جانب بھی نظر ڈالی ہے کہ یونان اور روم میں اس سے مراد کسی لفظ کے ابتدائی اصلی معنی دریافت کرنے کے تھے۔ بعد ازاں اس کے معنی لفظوں کی اصل دریافت کرنے کے ہو گئے۔[13] بلاشبہ گیان چند کی لفظ اصلیات کی اصطلاح علم الاشتقاق کے وظیفے کی بہ خوبی وضاحت کرتی ہے۔ لفظ اصلیات اور علم الاشتقاق کسی بھی لفظ کی تاریخ کو کھوجنے کا نام ہی ہے۔ اس مقالے میں علم الاشتقاق کی اصطلاح کو اپنایا گیا ہے کیوں کہ لسانیات میں یہی عام رائج اصطلاح ہے۔ لغات میں بھی Etymology کے لیے اردو میں متبادل علم الاشتقاق ہی دیا گیا ہے۔ چناں چہ راقمہ نے اسی اصطلاح کو برتا ہے۔

۲۔ علم الاشتقاق کا دیگر شعبۂ ہائے علوم سے تعلق اور اس کا دائرہ کار:

علم الاشتقاق لسانیات کی اصطلاح ہے مگر لسانیات میں علم الاشتقاق کی جگہ کی وضاحت کرنا آسان نہیں ہے۔ کیوں کہ بیک وقت اس کا تعلق لسانیات کی بہت سی شاخوں کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ معنیات، نحویات، مارفیمیات اور فلالوجی وغیرہ دراصل علم الاشتقاق کے تحت صوتی تبدیلیوں، معنیاتی تبدیلیوں، بیک وقت معنی اور صوت میں آنے والی تبدیلی، لفظ کے مادہ کی شناخت نیز سابقوں اور لاحقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سوئس ماہر لسانیات سوسئیر نے علم الاشتقاق کو نہ تو الگ خود مختار شعبۂ تصور کیا ہے نہ ہی اسے ارتقائی لسانیات میں ضم شدہ شعبۂ قرار دیا ہے۔[14] اس کے نزدیک علم الاشتقاق کا وظیفہ لفظ کی تاریخ کے ابتدائی مراحل کا لسانیاتی تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں مطالعہ کرنا ہے۔ اسی طرح علم الاشتقاق کے طریقوں پر نظر ڈالیں تو براہ راست ان کے مطالعے کے لیے تاریخی لسانیات سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ گیان چند جین نے لفظ اصلیات کے طریقہ کو تاریخی لسانیات کی جان قرار دیا ہے کیوں کہ اس ہی کی بدولت زبانوں کے شجرے اور رشتے طے ہوتے ہیں۔

لغت نویسی سے تعلق کے باعث اس کا طریقۂ کار اطلاقی سائنس کے مماثل نظر آتا ہے۔ ماہرین اشتقاق کا ایک اہم وظیفہ لغویہ کے ابتدائی حصے کو پرکھنا ہے۔ موجودہ دور میں جیسے سوشل سائنسز کے مطالعے کا انداز ریاضی

کے قریب ہوتا جارہا ہے اسی طرح علم الاشتقاق پر بھی اعداد و شمار کا یہ انداز اثر انداز ہوا ہے۔ اس نئی رو کے باعث علم الاشتقاق کو بھی ایک ریاضی کے کلیے کے طور پر برتا جارہا ہے۔ یہ صورت حال علم الاشتقاق کی عقلی بنیادوں سے مکمل لاپرواہی کا تاثر دیتی ہے۔ یہ اسے سائنس کے شعبۂ میں تو اہمیت دلوا سکتا ہے مگر لسانی قدر برقرار نہیں رکھ سکتا۔[15] تاریخی معنیات کے ساتھ اس کا تعلق خود وضاحتی نوعیت کا ہے، جسے کسی بھی اور ثبوت کی ہر گز کوئی ضرورت نہیں ہے۔[16]

لسانیات کے حوالے سے گیان چند جین نے علم الاشتقاق کا سب سے گہرا تعلق فونیمیات سے بتایا ہے۔ کیوں کہ لفظ کے اصل روپ کی تلاش کے لیے فونیموں اور فونیمی مطابقتوں کو جاننا بہت اہم ہوتا ہے۔ فونیموں ہی سے زبانوں کے آپس میں رشتوں کا اظہار ہوتا ہے۔[17] قریبی تعلق رکھنے والے شعبوں سے ہٹ کر حقیقتاً علم الاشتقاق کا مخصوص اور اہم ترین کام یہ ہے کہ یہ ٹکڑوں میں بٹے ہوئے متفرق حقائق اور ارتقائی نقطوں کو زیر بحث لاتا ہے۔

یو کو میلکل نے ماہر اشتقاقیات کی ذہنی سرگرمی کا جائزہ لیتے ہوئے علم الاشتقاق کے چودہ ۱۴ ایسے بنیادی نکات بیان کیے ہیں، جن کی بنیاد پر اسے آرٹ تصور کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ماہر اشتقاقیات کے ذہن میں موجود اختراعی دباؤ، اسے پر لطف غیر متوقع حقائق کی تلاش یا پہلے سے موجود تحقیقات میں موجود خالی جگہوں کو پر کرنے کی تحریک مہیا کرتا ہے۔

۲۔ لسانیات کے دائرے میں رہتے ہوئے کیے گئے صوتیاتی، معنیاتی، نحویاتی اور صرفیاتی تجزیے کرنے اور ان کے درمیان ایک واضح فاصلہ برقرار رکھنے میں درکار مخصوص کاریگری کی مدد سے پیچیدہ مسائل سے نبٹا جاتا ہے۔

۳۔ لسانی ثبوت اور اس کے بالمقابل دیگر شعبۂ جات سے ملنے والی وسیع معلومات کے درمیان توازن قائم کرنا۔ ان انسائیکلوپیڈیائی معلومات میں کاٹ چھانٹ کا عمل محقق سے ذکاوت کا متقاضی ہے۔

۴۔ معلومات کی جمع آوری کے عمل کو کب روکنا ہے؟ تحقیقی کام کو کس سمت لے کر چلنا ہے؟ ابتدائی یا حتمی نتائج کی پیش کش کا مقام کیا ہونا چاہیے؟ ان تمام سوالوں کے جواب کا حصول محقق میں موجود صلاحیت پر مبنی ہے۔[18]

علم الاشتقاق کا مختلف علوم سے فکر اور طریقۂ کار کی بنیادوں پر تعلق جوڑا جاتا ہے۔ بلاشبہ ان اشتراکات سے انکار ممکن نہیں ہے مگر دیگر علوم سے تعلق جوڑنے کا نتیجہ یہ ہے کہ علم الاشتقاق کو ان سے الگ کر کے سمجھنا ممکن نہیں رہتا اور دیگر علوم کے ساتھ کیے جانے والے مطالعہ تفہیم کو گنجلک کر دیتا ہے۔ اس صورت حال کا حل ماہر لغت بو سونسن (Bo Svenson) کے ہاں ملتا ہے۔ بو سونسن (Bo sveson) نے علم الاشتقاق کے دائرہ کار کی وضاحت سوالات کی صورت میں کی ہے نیز وضاحت کی ہے کہ اشتقاق میں دلچسپی کا تعلق لغت کے استعمال سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا تعلق زبان کا درست استعمال سیکھنے کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے۔ علم الاشتقاق دراصل زبان بالخصوص الفاظ میں دلچسپی رکھنے والے افراد کا موضوع ہے، جن کے ذہن میں موجود درج ذیل سوالات ان کے مطالعے کے لیے محرک کا کام کرتے ہیں۔

- کیا مندرجہ الفاظ مقامی زبانوں کے ہیں یا مستعار لیے گئے ہیں؟
- مستعار لیے گئے الفاظ زبان کے ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یا مختلف خاندانوں سے آئے ہیں؟
- مستعار لیے گئے الفاظ کا زبان میں داخل ہونے کا راستہ کیا ہے؟
- مندرجہ لفظ کی اصل صورت کیا ہے؟ اور اس کی موجودہ صورت کیسے وجود میں آئی؟
- لفظ کے پہلے مستعمل معنی اور موجودہ معنی میں کتنا فرق ہے؟۔ ایک سے زائد معنی والے الفاظ کے معنی میں باہمی تعلق کی نوعیت کیا ہے؟
- بنیادی مندرجات سے متعلقہ الفاظ کون کون سے ہیں؟ (زیر بحث زبان اور دیگر زبانوں میں جاننا)
- کیا لفظ اور اس کے تاریخی ارتقا کے ساتھ کچھ اور دلچسپ لسانی حقائق بھی منسلک ہیں؟[19]

یعنی ایک عام قاری ان تمام سوالات کے جوابات کی توقع میں اشتقاقی مباحث کی جانب رجوع کرتا ہے۔ یوں ایک ماہر و محقق کو بھی دوران تحقیق اور بعد میں نتائج مرتب کرتے ہوئے اپنے ذہن میں یہ تمام سوالات رکھنے چاہییں۔

۳۔ علم الاشتقاق اور لغات:

علم الاشتقاق کے متعلق ایک عمومی تصور ہی ہے کہ یہ ساری معلومات لغت کا حصہ ہوتی ہیں۔ جب کہ عموماً لغات کو زبان کے یک زمانی مطالعوں کو پیش نظر رکھ کر تیار کیا جاتا ہے علم الاشتقاق کا تعلق زبان کے تاریخی مطالعے سے ہے۔ اس لیے عمومی طور پر تیار کیے گئے لغات میں اشتقاقی معلومات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ بو سونسن (Bo Svenson) کی بھی اس بابت یہی رائے ہے کہ عمومی لغات میں اشتقاق پر زیادہ توجہ نہیں دی جاسکتی نہ دی جانی چاہیے۔[20] ان لغات میں دیے گئے ماخذ کی معلومات اشتقاقی لغات سے حاصل کردہ ہوتی ہے۔

لغت سے استفادہ کرنے والوں کا ایک عمومی رویہ یہی ہے کہ وہ لغت نویس سے ان تمام معلومات کی توقع رکھتے ہیں۔ میلکل نے اس عمومی رویے کی وضاحت اس کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے کی ہے کہ علم الاشتقاق کی پوری عمارت کا سنگ بنیاد اس نکتے پر کھڑا ہے کہ یہ علم لغت کا ناگزیر حصہ ہے۔ جو واضح طور پر تاریخی گرامر کے ساتھ اپنی ایک ممیز حیثیت رکھتا ہے۔ یقیناً یہ دونوں کچھ مقامات میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ ایک دوسرے کے مقامات میں دست اندازی بھی کرتے ہیں۔ محققین زبان کو اپنی روزانہ کی کی جانے والی تحقیقات میں یہ غیر جانبدرانہ انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔[21] سید خواجہ حسینی نے اپنے مقالے "اردو لغت نویسی کے مسائل" میں لغت نویسی کے دیگر مسائل پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لفظ کے ماخذ کی تلاش کو بھی اہم مسئلہ قرار دیا ہے۔

> لغت نویس کو یہ صراحت بھی کرنی پڑتی ہے کہ لفظ کس زبان سے آیا۔ کب سے زبان میں داخل ہوا۔ زبان میں داخل ہونے سے پہلے اس کی ساخت کیا تھی اور زبان میں داخل ہونے کے بعد اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اور کن کن تبدیلیوں کے بعد لفظ نے یہ صورت اختیار کی۔[22]

محمد ذاکر نے لغت نگاری کے اصولوں پر ایک مقالہ "معیاری اردو لغت: ایک خاکہ" کے نام سے تحریر کیا ہے۔ انھوں نے بھی اشتقاق کی کوئی تعریف یا وضاحت تو نہیں کی مگر اسے لغت کے لوازمات میں شمار کیا ہے۔ ان کی رائے میں عام اردو لغت تفصیلی اشتقاقی معلومات کا متحمل نہیں ہو سکتا، مگر مندرجہ لفظ کا تعلق جس زبان سے ہے اس کی نشان دہی کی جانی چاہیے۔ نیز جن دیگر زبانوں کے توسط سے اردو زبان کا حصہ بنا ہے مختصراً اس

تفصیل کا بیان بھی کیا جانا چاہیے۔ مندرجہ لفظ کی صورت اور معنی میں آنے والی تبدیلیوں کی اگر تفصیل میسر آجائے تو اسے بھی درج کرنے سے احتراز نہ کیا جائے۔[23]

سید قدرت نقوی نے لغت کے حوالے اپنے تفصیلی مقالے میں تاریخ لغت نگاری، اقسام لغت، متن لغت اور لغت نگار کے اوصاف کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے اشتقاقیات کے حوالے سے بھی کچھ نکات پیش کیے ہیں۔

۱۔ ہر لفظ کے ارتقا میں واقع ہونے والی معنوی تبدیلیوں کا احاطہ کیا جائے۔ قدیم معنی، موجودہ معنی اور ترک کر دیے گئے تمام معنوں کا احاطہ کیا جائے۔

۲۔ جو الفاظ معنوی ارتقا کے برعکس معنوی تنزلی سے گزرتے ہیں اس تنزلی کا تدریجاً جائزہ لینا۔

۳۔ اگر جغرافیائی اعلام کسی تلمیح وغیرہ سے وابستہ نہیں ہیں تو انھیں لغت کے مندرجات کا حصہ نہ بنایا جائے۔

۴۔ اشتقاقی معلومات درج کرتے ہوئے لغت نگار کو مندرجہ لفظ کے اصل ماخذ زبان کا علم ہونا چاہیے۔

۵۔ مواد اور مرکب لفظ میں تمیز قائم کی جائے۔ اگر مرکب لفظ ہے تو اس کے اجزائے ترکیبی کھول کر بتائے جائیں۔

۶۔ لفظ کی موجودہ صورت اور اصل صورت کتنی مختلف ہے، اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے تبدیلی کے مراحل درج کیے جائیں۔

۷۔ مندرجہ لفظ کی موجودہ مستعمل صورت میں اس کی قواعدی حیثیت کی نشان دہی کرنا۔

۸۔ ماخذ زبان سے موجودہ زبان تک پہنچنے کے سفر میں جن زبانوں سے استفادہ کیا جائے انھیں بھی درج کیا جائے۔

۹۔ سابقے اور لاحقے لگا کر واضح کیا جائے کہ ان کے ساتھ اس لفظ کی حیثیت کیا ہو گی۔

سید قدرت نقوی نے اشتقاقیات کے کٹھن مراحل کو سمجھتے ہوئے اسے جوئے شیر لانے کے مترادف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ لغت نگار کو اشتقاقی معلومات درج کرتے ہوئے اپنے ذہن میں یہ سوال رکھنا چاہیے کہ مندرجہ لفظ کس طرح بنا ہے؟ اور اپنی تمام قوت اس کے جواب کی تلاش کرنے میں صرف کرنی چاہیے۔[24]

اشتقاقی تحقیق کا باریک بینی سے کیا گیا مطالعہ ایک تحقیقی مقالے میں یا ایک موضوعی رسالے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لغت اس کا صحیح مقام نہیں ہو سکتا۔[25] کیوں کہ حقیقت میں ہر لغت کے لیے اس قدر تفصیلی اشتقاقی معلومات کا متحمل ہونا ممکن نہیں۔ لغت نویس کو چاہیے کہ لغت کی گنجائش کو سامنے رکھتے ہوئے خود کو صرف دلچسپ اور ضروری معلومات کے اندراج تک محدود کرے مگر جس قدر معلومات بھی دی جائیں ان کے درست ہونے کو یقینی بنایا جائے۔ اسی طرح دوزبانی لغات میں ساری توجہ مندرجہ لفظ کے دوسری زبان میں ترجمے پر رکھی جاتی ہے۔ لہذا اس پر تاریخی معلومات کا ثقیل بوجھ ڈالنا اضافی اور بے معنی ہے۔ بوسونسن (Bo Svenson) نے اشتقاقی لغت کے متعلق ایک مزید امر کی وضاحت کی ہے کہ اس لغت کا قاری عام قاری نہیں ہوتا بلکہ یہ لسانیات کی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی ہوتا ہے۔ جو کسی حد تک پیچیدہ لسانی معلومات اور اصطلاحات سے آشنا ہو۔[26] اس لیے اشتقاقی معلومات کا اندراج یک زبانی لغات میں ہوتا ہے عمومی لغت میں صرف ماخذ کے متعلق مختصر معلومات دے دی جاتی ہیں۔

۴۔ علم الاشتقاق کی ضرورت واہمیت:

الفاظ کے اس سفر کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے انھیں مسافر تصور کیا جا سکتا ہے جو کسی قدر جوانی کی عمر میں اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں زبانوں کے مختلف خاندانوں میں سمتیں بدل کر سفر کرتے ہیں۔ اس دوران ان کی صورت، معانی وغیرہ میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے باوجود انھیں اپنی ابتدائی شکل سے مماثلت کے باعث پہچانا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات کچھ الفاظ سفر کرتے کرتے اتنے قدیم ہو جاتے ہیں کہ وہ معدوم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کچھ الفاظ میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنے لسانی خاندان سے باہر دیگر خاندانوں میں بھی جگہ بنا لیتے ہیں۔ زبان بولنے اور مختلف زبانوں کو سمجھنے والے سب افراد کے مشاہدے میں یہ بات ضرور ہو گی کے بہت سی زبانوں کے ذخیرہ الفاظ میں مشترک الفاظ بھی ہوتے ہیں۔ علم الاشتقاق کے ذیل میں مشترک ذخیرہ الفاظ ہونے کی مختلف وجوہات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔[27] نیز ان کے طویل سفر کو بھی دیکھا جاتا ہے۔

علم الاشتقاق کی مدد سے اپنی مقامی زبان کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ نیز مختلف زبانوں کے مشترک الفاظ کے عمومی مادوں سے آشنائی بھی ہوتی ہے۔ یوں بعض دفعہ دیگر زبانوں کے الفاظ کے معانی جانے بغیر بھی بات سمجھی جاسکتی ہے۔

لفظ کی تاریخ سے آگاہی ہمیں اس کے مفہوم اور اس کی باریکیوں کا علم دیتی ہے۔ اس سے ہم معانی الفاظ اور قریب المعانی الفاظ کے فرق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یوں تحریر و تقریر میں متبادلات میں سے موزوں ترین کا انتخاب کرنا ممکن ہو پاتا ہے۔ نیز اس کا ایک فائدہ مختلف ادوار میں تحریر کیے گئے ادب کی تفہیم کے حوالے سے بھی ہوتا ہے۔ کیوں کہ جب قاری کسی لفظ کے ایک صدی یا اس سے بھی قبل رائج معانی سے آگاہ ہوتا ہے تو وہ اس عہد کے ادب کے مطالعے میں مفہوم کے حوالے سے پیدا ہونے والے مغالطے سے بچ جاتا ہے۔[28]

لوا نے علم الاشتقاق کے سات بنیادی فائدے بتائے ہیں۔ نیز وہ اسے علوم اور زبان سے محبت کے تالے کی چابی قرار دیتی ہے۔ علم الاشتقاق کی بدولت انسان نا صرف الفاظ بلکہ ایک دوسرے کو بھی صحیح انداز میں سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔ انسان الفاظ کی تاریخ کے توسط سے اپنے سے پہلے کے انسانوں کے بارے میں جان پاتا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی نئی زبان سیکھنے والوں کو جب اپنی زبان اور نئی زبان میں مشترک مادوں کا علم ہوتا ہے تو اس سے ان کی زبان سیکھنے میں دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔ علم الاشتقاق کے مطالعے سے قاری لفظ کے مختلف حصوں اور ان کے مخصوص معنوں سے باخبر ہوتا ہے۔ سابقے، لاحقے اور مادہ لفظ کا ادراک حاصل کر لیتا ہے جس کی بدولت وہ دیگر الفاظ کے معنی اور تشکیل سے بھی آشنا ہو جاتا ہے۔ علم الاشتقاق کے طالبعلم کا الفاظ کے مطالعے کو لے کر زاویہ بدل جاتا ہے۔ وہ الفاظ کے املا پر نظر رکھنے کے بجائے املا کے اصولوں پر سوال اٹھاتا ہے۔ لفظوں کی تعریفیں یاد کرنے کے بجائے اس کی نظر ایک مادے سے بننے والے مختلف الفاظ پر ہوتی ہے۔ جس طرح علم الاشتقاق کے مطالعے کے توسط سے افراد اپنی بات کے لیے موزوں ترین الفاظ کا انتخاب کر کے اسے بہتر انداز میں دوسروں تک پہنچا پاتے ہیں بالکل اسی طرح دوسروں کی بات کو درست انداز میں سمجھنے کے قابل بھی ہو جاتے ہیں۔ لفظوں کی تاریخ کے مطالعے سے ان کے باہمی روابط کا علم ہوتا ہے۔ ایک مادے سے منسلک بہت سے الفاظ سامنے آتے ہیں۔ ان روابط کو سمجھنے کے نتیجے میں انسان کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کائنات میں کچھ بھی مکمل تنہائی میں پروان نہیں چڑھ سکتا۔ یوں وہ کلچر، افراد، مقامات، زبانوں اور نسلوں کے مابین تعلق کو سمجھنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ لفظوں کی صوت، صورت اور معنی میں وقت کے ساتھ آنے والی تبدیلیوں کا مطالعہ زبان کے متعلق سوچ میں تبدیلی لے کر آتا ہے۔

یہ علم تنگ نظری کے بجائے وسعت نگاہ فراہم کرتا ہے نیز آنے والی تبدیلیوں کے لیے قبولیت کا رویہ پیدا کرتا ہے۔[29]

لفظوں کی تاریخ کے مطالعے سے انسان مختلف پس منظر میں ان کے معانی جاننے کے قابل ہوتا ہے۔انسانی رویوں اوران میں تغیرات کی وجوہات جاننے کے قابل ہوتا ہے نیز زبان پر اثرانداز ہونے والے سیاسی، سماجی اور معاشی عوامل کا شعور حاصل کر پاتا ہے۔ حکومتیں بدلنے سے صرف زبانوں میں مجموعی طور پر تبدیلی نہیں آتی بلکہ الفاظ کے استعمال میں جزوی تبدیلیاں بھی رونما ہوتی ہیں۔ جیسے کہ صرف یہ کہہ دینا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد نے یہاں انگریزی زبان کو رواج دیا یہاں واقع ہونے والی تمام لسانی تبدیلیوں کو بیان کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ مقامی زبانوں میں کس نوعیت کی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ معنوی سطح پر الفاظ کس حد تک متاثر ہوئے۔اور کتنے ایسے الفاظ ہیں جنھوں نے شکلیں بدلی۔اسی طرح کچھ الفاظ ایک سے زیادہ معانی میں استعمال ہونے لگتے ہیں۔

> الفاظ کا تاریخی مطالعہ بہت دلچسپ علم ہے۔ الفاظ صرف مجموعہ اصوات و محل معانی ہی نہیں۔ان کے اندر قوموں کی تاریخ پنہاں ہوتی ہے۔ یہ ان کے رسم ورواج، عقائد اور تخیلات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جس طرح آثار قدیمہ کے ماہرین ہڈیوں، برتن کے ٹکڑوں وغیرہ سے تاریخ کے ٹوٹے حلقوں کو جوڑ لیتے ہیں۔اسی طرح علما لغت الفاظ کے مطالعے کی مدد سے تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر ماضی کے بعض تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔[30]

۵۔ علم الاشتقاق کے اصول:

علم الاشتقاق ایک پیچیدہ علم ہے۔ ہر لفظ کی تفتیش و تحقیق محقق سے محنت کی متقاضی ہوتی ہے۔ اشتقاقی تحقیق اوراس کے بیان کے مختلف طریقے ہیں۔ مگر کچھ اصول مجموعی ہیں جن کا اطلاق تمام طریقوں پر ہوتا ہے۔یوکومیلکل نے درج ذیل اصول اشتقاق بتائے ہیں۔

- اشتقاقی تفتیش و تحقیق کے مدارج عقلی طور پر دیکھے اور پرکھے جانے چاہییں۔
- اہم قیاسی تصورات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ عین ممکن ہے کہ قیاسی تصورات تحقیق کے کسی مقام پر اشتقاقی مباحث کا حصہ بن جائیں۔

- فوری سامنے آنے والے حقائق کی عقلی پرکھ لازم ہے۔ تاکہ بعد ازاں حتمی نتائج مرتب کرتے ہوئے یہ طے کیا جاسکے کہ اسے علیحدہ اضافی معلومات کے طور پر پیش کیا جائے گا یا اسے طویل مدتی تحقیقات سے حاصل شدہ معلومات کا مرکزی نقطہ بنایا جائے گا۔
- غیر ضروری معلومات سے کی جانے والی غیر ضروری آرائش وزیبائش کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ کیوں کہ اس سے نہ صرف محقق کو بے جا مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ تحقیق میں بھی زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔
- گروہ بندی کی تجزیاتی تکنیک کو اپناتے ہوئے اشتقاقی مطالعوں کے بوجھ کو کم کیا جاسکتا ہے۔
- سیدھے سادھے تجزیاتی انداز میں ہر نئے قیاس پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے ہر پرانے قیاس کے نئے پہلوؤں کا مطالعہ کرنا، واضح تجاویز اور ان سے متعلقہ متفرق ردعمل کو مدنظر رکھتے ہوئے بحث کی جائے۔
- شواہد اور معلومات کے ہوتے ہوئے بھی اگر بحث بے سود ہونے لگے تو اسے کسی فیصلہ کن ثبوت کے مل جانے تک ملتوی کر دیا جائے۔
- بنیادی حقائق بیان کرنے کے لیے واقعات یا شواہد کی تاریخ وار ترتیب کی سختی سے پابندی کرنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر ماہر اشتقاق ایسا کرتا ہے تو یہ تاریخ وار سلسلہ با قاعدہ عالمانہ انداز میں کی گئی نشاندہیوں کی حتمی یا قیاسی تاریخوں سے بنی لڑی میں پرودے گا۔
- اشتقاقی حقائق کو تاریخ سازی کا لباس دینے کے بجائے دیگر انداز بھی اختیار کیے جاسکتے ہیں جیسے کہ لفظ کے متعلق اشتقاقی مفروضہ لفظ کے ماخذ زبان، لفظ کے خاندان، ساخت یا معنیاتی پس منظر کو سامنے رکھ کر بھی تیار کیا جاسکتا ہے۔
- اشتقاقی مسائل سے نبٹنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کامیاب حکمت عملیوں کا ایک الگ گروہ بنا لیا جائے۔ جیسے کہ تجزیے کی مختلف تکنیکوں کا فائدہ مند انضمام (جن کا الگ الگ استعمال نتائج برآمد کرنے کے لیے ناکافی ہو۔)

- کسی بھی بیان یا تصور کو قبل از وقت خارج از بحث نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ بعض اوقات وہ بیانات و تصورات جن کو آغاز میں درخواعتنا نہیں سمجھا گیا ہوتا، بعد میں ان ہی کی بنیاد پر اطمینان بخش اشتقاقی فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔
- مواد کو تدریجاً ترتیب دے دینا چاہیے۔ یہ تجزیہ نگار کو انتہائی پیچیدہ معاملات کو آسان فہم بنانے میں سہولت فراہم کرتا ہے۔
- اشتقاقی سوچ کے اظہار میں حادثے ہونا بعید از قیاس نہیں۔ ان کے متعلق شکایت کرنا لایعنی ہے۔ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ ان تحقیقی حادثوں کو رواج تصور کرتے ہوئے نتائج مرتب کرنے میں بے صبری کا مظاہرہ کیا جائے۔ نتائج مرتب کرنے کا اہم اصول صبر سے معلوم کا تجزیہ کرنا اور نامعلوم کی تلاش کرنا ہے۔
- اشتقاقی نتائج کی ترتیب میں پیش آنے والے حادثات سے بچنے کا ایک متبادل طریقہ یہ ہے کہ تمام اشتقاقی

معلومات اور ثبوت کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے دی جائے۔ اگرچہ یہ اصول عام مطالعے میں تو مددگار ثابت ہوتا ہے لیکن اہم ترین بنیادی اشتقاقی قیاسوں کی شناخت نہیں کر پاتا۔

- اشتقاقی معلومات کی درجہ بندی کا ایک طریقہ پیچیدگی کے اعتبار سے ترتیب دینا ہے۔ یہ انداز مزید تحقیق میں معاون ثابت ہوتا ہے۔
- عمومی لغات میں طویل اشتقاقی مباحث کی بہت زیادہ گنجائش نہیں ہوتی ان میں دیے گئے ماخذ کی معلومات اشتقاقی لغات سے حاصل کردہ ہوتی ہیں۔ لغت نویس کو چاہیے کہ لغت کی گنجائش کو سامنے رکھتے ہوئے خود کو صرف دلچسپ اور ضروری معلومات کے اندراج تک محدود کرے مگر جس قدر معلومات بھی دی جائیں ان کے درست ہونے کو یقینی بنایا جائے۔[31]

بوسونسن (Bo Svenson) نے علم الاشتقاق کے حوالے درج ذیل نکات پیش کیے ہیں:

- مندرجہ لفظ کے درست تلفظ کے ساتھ ساتھ لغات میں مادہ لفظ کے تلفظ کی وضاحت بھی نقل حرفی کے ذریعے کی جانی چاہیے۔ خاص طور پر جب مندرجہ لفظ اور مادہ لفظ کے ہجوں میں زور دیے جانے والے مقام میں اختلاف ہو۔[32]

- مندرجہ لفظ کی بنیادی یا ابتدائی صورت لفظ کی موجودہ صورت سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ عموماً مادہ لفظ صرف لفظ کی ابتدائی صورت سے تعلق کو ظاہر کرتا ہے جب کہ مندرجہ لفظ کی بنیادی یا ابتدائی صورت لفظ کی موجودہ صورت سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں مادہ لفظ کا تعلق موجودہ صورت سے واضح کرنے کی سعی کی جانی چاہیے۔[33]

- مادہ لفظ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لفظ کے موجودہ استعمال سے اس کے تعلق کی وضاحت بھی کرنی چاہیے۔[34]

- زیر بحث مندرجہ لفظ سے متعلقہ دیگر الفاظ بھی شامل کر دینے چاہییں۔ اگر دیگر متعلقہ افراد لغات کے مندرجات کا حصہ ہیں تو انھیں لکھتے ہوئے امتیازی خط اختیار کیا جائے، جیسے کے انگریزی میں بڑے حروف تہجی استعمال کیے جائیں۔ اس سے اشتقاقی معلومات کی اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے۔[35]

- اشتقاقی معلومات درج کرنے کا تعلق لغت کی ساخت سے ہوتا ہے۔ (indication structure) میں لفظ کے ارتقا کے تمام مدارج بیان کیے جاتے ہیں۔ ارتقائی مدارج کے بیان کے تین حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ مادہ لفظ کی اصل زبان کی وضاحت

۲۔ مادہ لفظ کی صورت کی وضاحت

۳۔ مادہ لفظ کے معنی کی وضاحت۔

اس کے برعکس (microstructure) میں اشتقاقی معلومات کے اندراج کا طریقہ قدرے سادہ اور آسان ہے۔ اس میں دی گئی اشتقاقی معلومات کا براہ راست تعلق مندرجہ لفظ سے ہوتا ہے۔ یہ معلومات یا تو مندرجہ لفظ کے متعلق دی گئی تمام معلومات کے آغاز میں یا پھر اختتام پر درج کی جاتی ہے۔ میکروسٹرکچر (macrostructure) لغات میں اشتقاقی معلومات کا اندراج دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ اگر قارئین کو ہر

مندرجہ لفظ کے ساتھ معلومات دینا مقصود نہ ہو تو ایک گروہ کے تمام الفاظ کے متعلق ایسی اشتقاقی نشاندہی کر دی جاتی ہے جو گروہ میں موجود تمام الفاظ پر صادق آتی ہو۔اس نوعیت کی معلومات کو سب سے آخر میں درج کیا جانا چاہیے۔[36]

گیان چند جین نے لفظ کی اصل دریافت کرنے کے لیے جو اصول اور طریقہ تجویز کیا ہے۔اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ کسی لفظ کی اصل دریافت کرنے کے لیے سائنسی اور تقابلی طریقہ تحقیق کام میں لایا جائے۔

۲۔ زیرِ غور لفظ کی آخری ماخذ زبان میں صورت تلاش کرنا چاہیے۔

۳۔ مادے کے درست علم کے لیے لفظ کی تحریری صورت پر بھروسا کرنے کے بجائے ملفوظی آوازوں پر دھیان دینا چاہیے۔

۴۔ لفظ کی اصل کی دریافت میں تلفظ کو بنیادی اہمیت دے کر درست تلفظ کا پتہ لگانا چاہیے۔ تلفظ کا پتہ لگانے کے لیے کچھ اہم نکات ذیل میں دیے گئے ہیں۔

۱۔ تلفظ کے علم کے لیے صرف حروف پر بھروسا نہ کیا جائے۔

۲۔ قدیم تحریروں میں صرف لفظ کی تحریری صورت سامنے ہوتی ہے جو تلفظ میں مغالطے کا باعث بن سکتی ہے۔

اس لیے حتی الامکان تلفظ کی تلاش کرنا۔

۳۔ کچھ زبانوں کے حروف ایک سے ہوتے ہیں مگر ان حروف کی آوازیں یکساں نہیں ہوتی۔

۴۔ بعض اوقات ہجے بھی تلفظ کے معاملے میں مغالطے کا شکار کر دیتے ہیں۔

۵۔ زیرِ غور لفظ کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ ایک مارفیم پر مشتمل ہے یا اس سے زیادہ پر، اگر مرکب ہے تو اصل مادے کی تلاش کے لیے مارفیم کو توڑ کر الگ الگ کریں۔

۶۔ زیرِ غور لفظ کی ہم رشتہ زبانوں میں اسی لفظ کو تلاش کرنا چاہیے۔

۷۔ صوتی مطابقت کے چارٹ کی مدد سے پچھلے زمانوں میں لفظ کا مستعمل قدیم روپ تلاش کریں یہاں تک کہ کوئی مشترک روپ سامنے آجائے۔

۸۔ کسی لفظ کے لیے ایک سے زیادہ مادوں کا امکان ہو تو تاریخی یا مذہبی تحریروں کے استفادے سے گریز نہ کیا جائے۔

۹۔ لفظ کے اصل مادے کی تلاش کے لیے سائنسی طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے تمام موافق، مخالف، صوتی، حرفی، نحوی اور معنوی مواد کو پرکھا جائے۔

۱۰۔ اصل مادے کی تلاش کے لیے فونیموں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔[37]

۶۔ مسائل:

اشتقاقی تحقیق کے دوران مجموعی طور پر عمومی تحقیق کے مسائل درپیش آتے ہیں۔ مگر خصوصی طور پر محقق کو درج ذیل مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

- تنقیدی یا مطالعاتی مواد کی عدم دست یابی بعض ماہرین کی تحقیق میں محرک کا کردار ادا کرتی ہے تو دوسری جانب یہ ہی صورت حال کچھ محققین کا حوصلہ پست کرتی ہے۔
- کسی لفظ کے متعلق اگر تمام کی تمام معلومات پہلے سے دست یاب ہو تو بھی ماہر اشتقاق کے لیے یہ کوئی حوصلہ افزا صورت حال نہیں ہوتی کیوں کہ اس سے وہ اپنے نتائج سے چونکا دینے یا متاثر کرنے کی خواہش سے محروم ہو جاتا ہے۔
- ماہر اشتقاق بالکل ماہر آثار قدیمہ کی طرح حقیقی معنوں میں تاریخ کی کسی گمشدہ کڑی پر مغالطے کا شکار ہو سکتا ہے۔ اشتقاقی نتائج کی دریافت کے اصل درجے پر ایسے مغالطے ناقابل تردید اتفاقی عنصر کے طور پر موجود ہوتے ہیں۔
- علم الاشتقاق کا مقام خصوصاً سائنس یا آرٹ کے تصور پر کی جانے والی بحث اور ماہرین کے طریقہ کار کو تنقید کا نشانہ بناتی ہے۔

- بعض دفعہ بہت سے اشتقاقی مسائل کا ایک گٹھا اہم تاریخی صورت حال سے متعلقہ کسی ایک نوٹ کے گرد لپٹا ہوتا ہے۔ جس کی شناخت بذات خود ایک اہم مسئلے کی حیثیت رکھتی ہے۔
- کچھ معاملات میں بار بار بدلنے والے بیانات سے پیدا ہونے والا ناقابل نظر انداز تذبذب ہی در حقیقت مسائل کا نیوکلس ہوتا ہے۔
- عموماً لغات میں اشتقاقی معلومات کو مختصر کر کے مخففات، علامات اور قوسین وغیرہ کو استعمال کرتے ہوئے درج کیا جاتا ہے۔ جس سے ابلاغ میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا اس بات سے قطع نظر کہ علم الاشتقاق کے مباحث پیچیدہ ہوتے ہیں قارئین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اشتقاقی معلومات ناقابل فہم ہیں۔ لغات میں اختصار کا یہ انداز لغات کی ضخامت سمیت ساخت کے دیگر مسائل کے باعث اختیار کیا جاتا ہے۔
- نتائج مرتب کرتے ہوئے متضاد بیانات اور ان کے ساتھ منسلک دلائل و بیانات محقق کو مغالطے کا شکار کرتے ہیں اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کن دلائل کو کن بنیادوں پر درست تصور کرے۔[38]

۷۔ علم الاشتقاق کے طریقے:

الفاظ کی تاریخ کا موضوع ہمیشہ سے ہی ماہر لسانیات کے لیے دلچسپی کا باعث رہا ہے کیوں کہ اس سے الفاظ کے مؤثر استعمال کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔ اس کی مدد سے مقامی زبانوں کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے اور مختلف زبانوں میں استعمال ہونے والے عام الفاظ کی ابتدا کے بارے میں سیکھا جا سکتا ہے۔ اکثر دوسری زبانوں میں بہ ظاہر نظر آنے والے الفاظ کے معنی ویسے نہیں ہوتے جیسے ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ ہم لفظوں کی اصل اور ان کی تاریخ کا کھوج لگا کر ہی ان کے حقیقی معنی جان سکتے ہیں۔ علم الاشتقاق کی مدد سے الفاظ کے استعمالات میں جو عہد بہ عہد تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں ان کا سراغ لگانا ممکن ہو پاتا ہے۔ اور کسی لفظ کے بطن سے جو الفاظ پیدا ہوئے ہیں، ان پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانوں کے اجتماعی شعور میں کیا کیا انقلابات رونما ہوئے ہیں؟ نیز ان سے زبان کی تاریخی نشو و نما کیسے ہوئی ہے؟ لفظ جامد نہیں بلکہ نمو پذیر ہوتے ہیں اور ان کے استعمال سے ان کے معنی کی نئی سمتیں واضح ہوتی جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی بھی لفظ آج سے تقریباً دو ہزار سال پہلے کسی اور معنی میں استعمال ہوتا تھا لیکن اجتماعی شعور کی ترقی کے ساتھ اس کے معنی میں وسعت پیدا ہوتی چلی گئی۔ الفاظ کی

تاریخ اور ان کی اصل کا مطالعہ کرنے کے لیے ماہر لسانیات نے مختلف طریقۂ کار وضع کیے ہیں۔ اس مقالے میں علم الاشتقاق کے چار مختلف طریقے متعارف کروائے جائیں گے۔

۱۔ علم اللسان (Philology)

۲۔ علم بولیات یا بولیاتی طریقہ کار (Dialectology)

۳۔ تقابلی طریقۂ کار (Comparative Method)

۴۔ معنیاتی تبدیلی (Semantic Change)

۱۔۷۔ علم اللسان (Phiology) :

علم الاشتقاق کے اس طریقے میں لفظ کے معنی اور شکل میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کا سراغ ماضی میں لکھے گئے متون کی مدد سے لگایا جاتا ہے۔ علم الاشتقاق کے اس طریقۂ کار کی وضاحت تاریخی اور تقابلی لسانیات کے ذیل میں ملتی ہے۔ ویبسٹر ڈکشنری میں لسانیات کے حوالے سے اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

> The study of human speech especially as the vehicle of literature and as an field of study that shed light on the cultural history.[39]

یعنی انسانی گفتگو کا ادب کے ذریعے کے طور پر کیا گیا مطالعہ یا ایک ایسا مطالعہ جو کلچر کی تاریخ پر روشنی ڈالے۔

ورلڈ ہسٹری انسائیکلو پیڈیا میں Philology کی اصطلاح کو دو یونانی الاصل الفاظ سے ماخوذ بتایا گیا ہے، جن کا انگریزی متبادل love اور reason ہے یوں علم اللسان کے لغوی معنی لفظوں سے محبت کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد ادبی متون میں زبان کا مطالعہ ہے۔ یوں یہ تاریخ، لسانیات اور ادبی تحقیقات سے متشکل ایک علم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ علم اللسان کا تعلق کلاسیکی یونانی اور لاطینی زبانوں سے ہے، جن میں اسے Philologia کہا جاتا تھا۔[40]

علم اللسان سے مراد زبان کے بارے میں تحریری دستاویز سے مربوط معلومات حاصل کرنا ہے، جس کی مدد سے متن میں پوشیدہ زبان کی ثقافت اور تاریخ کا سراغ لگایا جا سکے۔ تحریری دستاویزات علم اللسان کے مطالعے کے لیے باوثوق اور قابل قدر مآخذ ہیں کیوں کہ ان کی مدد سے ہی زبان میں واقع ہونے والی صوتیاتی تبدیلیوں کا تعین ہوتا ہے۔ پرانے دستاویزات سے معلومات اخذ کرنے کے لیے تقابل کا طریقہ اختیار کیا جاتا رہا ہے تاکہ زبان کی

ساخت اور صوت میں ہونے والی تبدیلیوں کو وضاحت سے بیان کیا جا سکے۔ متون سے حاصل ہونے والی معلومات کے ذریعے عہد بہ عہد تبدیلیوں پر غور کرنے کا موقع بھی فراہم ہوتا ہے۔ لائیل کیمبل نے جن متون کو اس طریقہ تحقیق کے لیے پیش کیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

بیانیہ انداز میں لکھی گئی کتب تبصرے شاعری دوسری زبانوں سے نقل حرفی میں لکھے گئے الفاظ تراجم بولیاتی ادب[41] جینی ارون (jenniirving) نے علم اللسان کے طریقہ کار میں مطالعے کے لیے تحریری اور زبانی متون دونوں کو اہم قرار دیا ہے۔[42]

علم اللسان میں متنی تنقید کے حوالے سے مختلف متون اور ان کی تاریخ کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے زبان کی طویل روایت کا اظہار کرتے ہوئے مخصوص اور مختلف مخطوطات بھی اہم ہوتے ہیں۔ اس میں متن کے تنقیدی تجزیے کے لیے مصنف، تاریخ اور جس صوبے یا علاقے میں وہ متن تخلیق ہوا ان سب کی تاریخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم اللسان کے دائرہ کار میں وہ زبانیں بھی آتی ہیں، جو مردہ ہو چکی ہیں اور ان سے نئی زبانوں نے نمو پائی ہے۔ یہ قدیم زبانوں کے ماخذات میں معنی کی دریافت کا عمل ہے۔

علم اللسان لسانیات کی شاخ ہے، جس میں زبان کے ڈھانچے، تاریخی ارتقا اور دوسری زبانوں سے اس کے تعلق کی وضاحت کی جاتی ہے اس کا بنیادی مقصد زبان کے تاریخی ارتقا کی پیش کش ہے۔ اس میں ادبی متون اور ان کی اصل شکل کا مستند مطالعہ ہے، جس سے الفاظ کے معنی میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ علم السان میں تقابل کیا جاتا ہے جس میں زبانوں کے مابین تعلقات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔[43] علم الاشتقاق کے تناظر میں علم اللسان متنی تنقید، ادبی تنقید، تاریخ اور لسانیات کا مقام انقطاع ہے۔

۲۔۷۔ علم بولیات (Dialectology):

علم بولیات سماجی لسانیات کی شاخ ہے۔ اس میں جغرافیائی حد بندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے زبان میں آنے والی تبدیلیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس علم میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی لفظ مختلف بولیوں میں مختلف املا اور تلفظ سے رائج ہے، اسی طرح ایسے الفاظ بھی زیر بحث آتے ہیں جو معنی کے افتراق سے الگ الگ بولیوں میں مستعمل ہیں۔ لفظ کی قواعدی، لغوی اور صوتی صورتوں میں اختلافات اور افتراقات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لسانی تغیرات کے مطالعے کے لیے isoglass یعنی خط تفریق لسانی کی اصطلاح جغرافیائی حد بندیاں قائم کرنے کے لیے استعمال کی

جاتی ہے۔ لسانی تفریق کی اصطلاح مختلف علاقوں کی بولیوں کی صورت کی بھی وضاحت کرتی ہے۔ جغرافیائی حد بندی کے لحاظ سے کسی بھی علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

مرکزی علاقہ (Focal Area): اس علاقے میں باحیثیت لوگ آباد ہوتے ہیں اور یہاں سے نئی اختراعات کا پھیلاؤ دوسرے علاقوں تک ہوتا ہے۔

قدیم علاقہ (Relic Area): عموماً یہ علاقہ چھوٹا ہوتا ہے۔ یہاں چیزوں کی قدیم شکلیں نظر آتی ہیں اور اس علاقے کی حدود میں ثقافتی، سیاسی اور جغرافیائی اختراعات کی رسائی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اس لیے ان علاقوں میں زبان میں آنے والی نئی تبدیلیاں بھی مشکل سے ہی متعارف ہوتی ہیں۔

علاقائی حد بندیوں کے مطالعے میں صرف مقامی لوگوں کے علاقوں اور زبانوں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ دوسرے علاقوں سے ہجرت کر کے آنے والوں اور ان کی آمد سے زبان میں آنے والی تبدیلیوں کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے۔

والٹ ولف رام (Walt Wolfram) اور نیٹلی شیلنگ ایسٹس (Natalie Schilling Estes) اپنے مضمون "Dialectology and Linguistic Diffusion" میں بولیاتی طریقۂ کار میں خط تفریق لسانی کی وضاحت کی ہے۔ زبان میں تبدیلی کا آغاز کسی مخصوص عہد اور علاقے میں اس وقت ہوتا ہے جب زبان اپنے قرب وجوار میں کامیابی سے سفر کرتی ہے۔ یہ خط اسے طول و عرض میں زبان کے پھیلاؤ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ خط تفریق لسانی (isoglosses) کی اہمیت کے پیش نظر ایک مثال دی گئی ہے۔ مثلاً آرون، آرٹو اور آرتھری زبان کے ایک ہی قدیم علاقے میں رہائش پذیر ہیں۔ ان تینوں کرداروں کی نقل مکانی زبان میں آنے والی بنیادی تبدیلیوں کی وضاحت کریں گے۔ ایک وقت پر آرون ایسے علاقے میں موجود ہے جس میں تبدیلی کا آغاز ہوا ہے جبکہ دور افتادہ علاقوں میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ آرون کسی وقت دور افتادہ علاقے میں گیا ہو اور وہاں زبان کے پھیلاؤ کی وجہ بنا ہو۔ آرٹو مرکزی علاقے (focal area) میں رہائش پذیر ہے۔ یہاں نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور یہاں بھی زبان میں تبدیلی کا عمل ہو رہا ہے۔ آرون آرٹو کے ساتھ مرکزی علاقے میں موجود ہے۔ آرتھری کسی دور افتادہ علاقے میں رہتا ہے۔ اگر یہ تینوں کردار اپنے مخصوص علاقوں سے باہر نہیں جاتے تو اس زبان میں تبدیلی کا پھیلاؤ ممکن نہیں ہوگا۔[44]

لائیل کیمبل نے بولیاتی طریقۂ کار کی وضاحت کے لیے باہمی فہمیت (Mutual intelligibility) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ان کے مطابق جب ایک معاشرے میں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں تو اسے باہمی فہمیت کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک ساتھ رہنے والے اور ایک دوسرے کو سمجھنے والے لوگ ایک دوسرے کی زبان بھی سمجھتے ہوں۔ مثلاً رومانوی زبان بولنے والے ہسپانوی زبان بولنے والوں سے باہمی فہمیت رکھتے ہیں جبکہ بہت سے رومانوی زبان بولنے والے ہسپانوی بولنے والوں سے اچھی باہمی فہمیت نہیں رکھتے۔ ایک ماہر لسانیات کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ باہمی فہمیت کے حامل معاشروں میں زبان اور بولی میں کیا فرق ہوتا ہے؟ بولی اور زبان میں فرق واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایک علاقے میں بولی جانے والی مختلف بولیوں میں سے اعلیٰ یا معیاری زبان تلاش کی جائے۔[45] میکس وائیزائک (Max Weinreich) کے مطابق زبان ایک بولی ہے جس کی اپنی پیادہ فوج اور بحری فوج ہوتی ہے۔ مثلاً ناروے کے باشندے بہت کم سویڈش کے باشندوں کو سمجھتے ہیں کیوں کہ سیاسی وجوہات کی بنا پر ان کی زبانیں مختلف ہیں۔ اسی طرح چین میں بھی مختلف بولیاں بولی جاتی ہیں، جس وجہ سے چین کے باشندوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ بولیاتی طریقۂ کار کی بنیاد اسی اصول پر رکھی جاتی ہے کہ ہر لفظ کی اپنی ایک تاریخ ہوتی ہے۔[46]

جب ایک ہی علاقے کے لوگ بیک وقت دو زبانیں استعمال کرتے ہیں تو ایسی صورت حال کے لیے Diglossia کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ ماہرین نے دونوں زبانوں کی الگ شناخت کے لیے H اور L کی علامتیں وضع کی ہیں۔ H سے مراد High languge ہے۔ جسے اردو معیاری زبان یا اعلیٰ سطح کی زبان کہیں گے جب کہ L مراد low languge ہے۔ یعنی ادنی درجے کی زبان یا عام بول چال کی زبان۔[47]

بعض اوقات معیاری زبان معاشرے کے کسی بھی گروہ کی مادری زبان نہیں ہوتی مگر معاشرے کے مختلف گروہ اس کو بولنے اور سمجھنے کی مختلف درجے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے کہ پاکستانی معاشرے میں اردو زبان بہت کم افراد کی مادری زبان ہے مگر یہ معیاری زبان کی حیثیت سے رائج ہے۔ سب افراد کی اسے سمجھنے اور بولنے کی صلاحیتوں میں فرق ہے۔ بعض اوقات کسی معاشرے میں رائج اعلیٰ سطح کی یا معیاری زبان، ادنی سطح کی زبان کی قدیم رائج صورت بھی ہوتی ہے۔ جیسے عہد وسطیٰ کے یورپ میں لاطینی دونوں زبانوں کی جگہ مختلف صورت میں رائج تھی۔ اردو زبان کی تاریخ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ عربی زبان اور چینی زبان بھی اپنے علاقوں میں اسی انداز سے رائج ہے کہ زبان کی فصیح صورت معیاری زبان کی حیثیت سے قبول کر لی گئی ہے اور انھیں رسمی تعلیم کا ذریعہ

بنایا گیا ہے نیز ادبی تخلیقات کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے۔ جب کہ ان کی مختلف آسان صورتیں عوامی بول چال تک محدود ہو کر نمو پاتی ہیں۔

فرگوسن (Ferguson) نے ان دونوں زبانوں کے قریبی تعلق پر تفصیلی نگاہ ڈالی ہے۔ ان کے باہمی تعلق اور معاشرے میں فعلیت کو مندرجہ ذیل نکات کے تحت زیر بحث لایا ہے:

- عمل
- ادبی سرمایہ
- وقار
- اکتساب زبان
- معیار بندی
- استحکام
- قواعد
- لغت
- صوتیات [48]

معاشرے میں دونوں کی ضرورت بھی ہوتی ہیں اور دونوں رائج بھی ہوتی ہیں۔ عوام کے مابین رابطے کی زبان کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں۔ اسی طرح معیاری زبان کی اہمیت بھی مسلمہ ہے۔ ان دونوں کا تعلق باہم مربوط ہوتا ہے۔ عربی زبان کی مثال سے فرگوسن سمجھاتے ہیں کہ رسمی تعلیم کے لیے عربی زبان کی معیاری رائج شدہ صورت استعمال کی جاتی ہے۔ اس لیے یونی ورسٹیوں کے بنیادی لیکچروں کی زبان معیاری عربی ہی ہو گی۔ مگر بول چال کی زبان کا استعمال اس قدر عام ہو چکا ہے کہ لیکچر کے بعد کے سوالات و جوابات، مباحثے اور طلبا کے ساتھ گفتگو وغیرہ کے لیے ادنی سطح کی زبان ہی استعمال میں لائی جاتی ہے۔ یہ ذو لسانی، معاشرے کی ایک ایسی صورت ہے، جسے مقبول عام حاصل ہو چکا ہے۔ یہاں ایک مزید دل چسپ مشاہدے کا اضافہ فرگوسن نے ہی کیا ہے کہ معاشرے کے جو افراد اعلیٰ سطح کی زبان بولنے میں مہارت رکھتے ہیں وہ ہمیشہ غیر ملکیوں سے رابطے کے

لیے بول چال کی زبان کے بجائے معیاری زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ اپنے رویے سے بول چال کی عوامی زبان کے وجود سے انکاری ہو جاتے ہیں جب کہ اپنے حلقہ احباب میں اس کا برملا استعمال کرتے ہیں۔ وہ اس رویے کو زبانوں کے ساتھ منسلک وقار کے مسائل سے منسلک کرتے ہیں۔[49]

یہاں بھی دیکھا جاتا ہے زبان میں کب اضافے ہوئے یا کب کسی زبان یا بولی کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ عام طور پر بولی کے پھیلاؤ کا تعلق کسی جغرافیائی حد بندی کے اندر آبادی کی زبان کی جدت سے ہوتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ بولی کے پھیلاؤ کی سمت کیا ہے۔ کسی بھی آبادی میں اس پھیلاؤ کا آغاز معاشرے کے مخصوص طبقات سے ہوتا ہے جو دوسرے طبقوں میں اس کے پھیلاؤ کی وجہ بنتے ہیں۔ مثلاً امریکہ میں انگریزی زبان کا پھیلاؤ ملازمت کرنے والے طبقے سے ہوا جو بعد میں ادنیٰ طبقات تک پہنچا اور پھر معاشرے کے دوسرے طبقات تک بھی اس کی رسائی ہو گئی۔ زبان کی جدت بولی کے پھیلاؤ اور اس میں تبدیلی کی وجہ بنتی ہے۔ بولی کے پھیلاؤ پر اثرانداز ہونے والے عوامل میں تہذیب، نظریات، مذہبی رسومات، مواصلاتی نظام، فاصلہ، وقت اور سماجی ڈھانچہ شامل ہیں۔

بولیاتی طریقہ کار کے ماہرین اور سماجی لسانیات کے ماہرین نے زبان کے پھیلاؤ کا جائزہ لینے کے لیے گریوٹی ماڈل تشکیل دیا ہے جس کے مطابق اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ زبان کے پھیلاؤ کا آغاز زیادہ آبادی والے شہروں سے ہو جو ماضی میں ثقافتی مرکز رہے ہوں اور پھر وہاں سے اس کا پھیلاؤ دوسرے علاقوں تک رہا ہو۔ نئی ایجادات سب سے پہلے ان علاقوں تک پہنچتی ہیں جو مرکزی علاقے کے زیر اثر ہوں۔ پھر ان علاقوں تک جو زیادہ گنجان آباد ہوں اور آخر میں دیہاتی علاقوں تک پہنچتی ہیں۔ زبان کی تبدیلی کا پھیلاؤ نئی ایجادات کے پھیلاؤ کا سا ہے۔[50]

۳۔۷۔ تقابلی طریقۂ کار (Comparative Method):

تقابلی طریقۂ کار (Comparative Method) تاریخی لسانیات میں مرکزی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ یہ زبان کی تاریخ دریافت کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ جب مختلف زبانوں کا تعلق زبان کے ایک ہی خاندان سے ہو تو یہ فطری طور پر ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ ان زبانوں کی نسل آگے ایک اصل زبان سے چلتی ہے، جسے بنیادی زبان (Proto Language) کہتے ہیں۔ مختلف علاقوں کی بنیادی زبان میں تبدیلیاں اس علاقے کی بولیوں میں ہونے والی تبدیلیوں سے رونما ہوتی ہیں۔ اس طریقۂ کار میں آبائی زبان

(Ancestor Language)اور وارث زبانوں(Descendant Languages)کے مابین تقابل سے بنیادی زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کا تعین کیا جائے گا۔اس حوالے سے سب سے پہلے زبان کے صوتی نظام کا جائزہ لیا جاتا ہے جس کے لیے بنیادی زبان کے ذخیرہ الفاظ اور گرامر کے ماخذات کی ضرورت پیش آتی ہے ۔تقابلی طریقہ کار میں زبان کی درجہ بندی درج ذیل طریقہ کار سے کی جاتی ہے:

۱۔ زبان کے خاندان(Language Families)

۲۔ آبائی زبان(Ancestor Language)

۳۔ ہمشیرہ زبانیں(Sister Languages)

۴۔ دختر زبانیں(Daughter Languages)

تقابل کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ زبان کے خاندانی نظام کے تسلسل کا مطالعہ کیا جائے اس سے لفظ کی اصل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ زبان کے خاندانی نظام میں تعلقات سے ہی پتا چلتا ہے کہ بنیادی زبان کی جو خوبیاں آبائی زبان میں منتقل ہوئیں وہ ہمشیرہ زبانوں میں بھی موجود ہیں۔ تقابل سے یہ خوبیاں تلاش کی جاتی ہیں جو آبائی زبان سے آگے اپنے وارثوں میں منتقل ہوئیں۔ تقابل کے لیے متعلقہ زبانوں میں سگے رشتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جس کے لیے بنیادی ذخیرہ الفاظ میں زبان کے خاندان کے قریبی عزیز اور رشتے داروں کے علاوہ جغرافیائی اصطلاحات کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طریقہ کار میں صرف ان سگے رشتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے جو بنیادی زبان کے خاندان سے آگے اپنے وارثین میں منتقل ہوتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے ان تمام ملتے جلتے الفاظ کو نکال دیا جاتا ہے جو خاندانی وراثت میں آگے منتقل نہیں ہو پاتے کیوں کہ ممکن ہے یہ الفاظ کسی دوسری زبان سے مستعار لیے گئے ہوں۔ رابرٹ ایل ریکن نے تقابلی طریقہ کار کے لیے لغت، صوتیات کا بنیادی نظام، بین ثقافتی مطالعات اور آثار قدیمہ سے حاصل ہونے والی معلومات کو اہمیت دی ہے کیوں کہ اس سے قبل از تاریخ کی معلومات بھی مل جاتی ہے اور قدیم باشندوں اور ان کے طرز زندگی کے متعلق بھی آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔[51]

تقابل میں صوتی مطابقت(Sound Correspondence)کا جائزہ لینے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ مختلف زبانوں میں ملتے جلتے الفاظ کہیں حادثاتی طور پر تو ان میں شامل نہیں ہو گئے۔ صوتی مطابقت کے تعین کے لیے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ بنیادی زبان کا صوتی عکس وارث زبانوں میں موجود ہے یا نہیں۔ صوتی مطابقت کے عمل میں جب مختلف زبانوں کا تقابل کیا جاتا ہے تو بنیادی زبان کا واحد عکس بھی ملتا ہے جو مختلف ہمشیرہ

زبانوں میں موجود ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ ہمشیرہ زبانوں میں صوتی تبدیلی کا عکس نہیں ملتا تو اس کے لیے ہمیں بنیادی زبان کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ صوتی تبدیلی کی سمت کا سراغ لگایا جاتا ہے کہ آیا یہ کسی ایک سمت کی جانب ہے یا مختلف سمتوں میں واقع ہو رہی ہے مثلاً کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جسے لوگ آسانی اور روانی سے بولنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ یہی الفاظ کسی اور علاقے کے لوگ قبول نہیں کرتے۔[52]

یوں زبان کے منظم مطالعے سے ماہرین اشتقاق یہ جان پاتے ہیں کہ کون سا لفظ اسی زبان کی اولین شکلوں کے ساتھ چل کر آیا ہے یا کون سا لفظ کس خاص عہد میں کس زبان سے مستعار لیا گیا ہے۔

۴۔۷۔ معنیاتی تبدیلی(Semantic Change):

زیادہ تر ماہر لسانیات معنیاتی تبدیلی(Semantic Change) کے لیے ساختی اور نفسیاتی عوامل کو سمجھنے پر زور دیتے ہیں ۔ان کے علاوہ تاریخی عوامل معنیاتی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ٹیکنالوجی، معاشرے، سیاست، مذہب اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی زبان میں تبدیلی معنیاتی تبدیلی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ایسے بے شمار الفاظ کی مثالیں ملتی ہیں جن کے معنی ٹیکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے تبدیل ہو گئے ۔تاریخی واقعات بھی معنی میں تبدیلی کی وجہ بنے ۔مثلاً جب انگریز امریکہ ،آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی امریکہ میں گئے تو اپنے ساتھ بہت سی اقسام کے پودے اور جانور بھی لے کر گئے جس کی وجہ سے بہت سے انگریزی الفاظ کے معنی تبدیل ہو گئے۔[53]معنیاتی تبدیلی کے مطالعے کے لیے مختلف ماہر لسانیات نے اصول وضع کیے ہیں:

کسی بھی متن، فقرے یا جملے کے معنی کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ معنی کے مطالعے کے لیے صرف لغت پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ در حقیقت آزاد مارفیموں کے معانی لغت میں دستیاب ہوتے ہیں۔ مگر پابند مارفیموں کے معنی نہیں مل سکتے۔

۱۔ لغوی معنی: جو لغت میں دستیاب ہو۔

۲۔ قواعدی معنی: لفظ کے ساتھ متصل قواعدی اصطلاح معنی میں اضافہ کریں۔ جیسے کہ جمع یا تصغیر وغیرہ کے الفاظ۔

۳۔ مارفیمی معنی: بعض پابند مارفیم دوسرے مارفیموں کے ساتھ مل کر اپنی پابند حیثیت میں معنی دیتے ہیں۔ جیسے غیر کا سابقہ سے محفوظ لفظ غیر محفوظ میں تبدیل ہو کر الگ معنی دیتا ہے۔

۴۔ نحوی معنی: اس صورت میں الفاظ کے معنی اپنے ارد گرد کے معنی پہ منحصر ہوتے ہیں۔

۵۔ اسلوبیاتی معنی: معنی کی اس صورت کا مطالعہ ہم معنی الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ جن میں فقط استعمال سے فرق آتا ہے۔[54]

الفاظ کے معنی میں وسعت کا عمل تین طرح سے رونما ہوتا ہے۔

۱۔ زبان کے تخلیقی استعمال سے

۲۔ از سر نو کیے جانے والے تجزیے

۳۔ زبان سیکھنے کے عمل سے[55]

معنیاتی تبدیلی بعض اوقات کسی لفظ کے معنی میں آنے والی وسعت سے پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات کسی لفظ کے معنی محدود ہو جانے سے بھی واقع ہوتی ہے۔ جس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہے۔

استعاراتی توسیع (Metaphonic Extension):

استعارے سے مراد ایک شے کو دوسری شے قرار دینا ہے اور دوسری شے کے لوازمات کو پہلی شے سے منسوب کرنا ہے۔ استعاراتی توسیع کے عمل سے گزر کر الفاظ نئے حوالے حاصل کر لیتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ لفظ کی پرانی شناخت کے خصائص بھی ہوتے ہیں۔

مجازی توسیع (Metonymic Extension):

اس میں الفاظ اصل حوالے سے تعلق رکھتے ہوئے ایک نیا حوالہ حاصل کر لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ وائٹ ہاوس نے بیان جاری کر دیا ہے۔ دیکھا جائے تو وائٹ ہاوس تو محض ایک عمارت ہے مگر اس جملے سے مراد وہ افراد ہیں جو وائٹ ہاوس میں انتظامی امور انجام دیتے ہیں۔

کشادگیٔ معنی (Broadening):

معنی کا پھیلاؤ بھی معنیاتی تبدیلی کی وجہ بنتا ہے۔ جیسے کوئی لفظ کسی مخصوص شے کے لیے مستعمل ہو مگر پھر وقت کے ساتھ آنے والی تبدیلی سے اس کا استعمال غیر محدود ہو جائے وہ اپنی جیسی اور مختلف اشیا کے لیے بھی مستعمل ہو جائے۔

تحدیدِ معنی (Narrowing):

یہ معنی کے پھیلاؤ کے متضاد ہوتا ہے۔ اس میں پھیلاؤ کے برعکس کسی لفظ کا استعمال محدود ہو جاتا ہے۔

مثبت اور منفی استعمال (Melioration and Pejoration):

یہ مخصوص اصطلاحات زبان کے استعمال کی ان صورتوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جب کوئی مثبت معنوں میں استعمال ہونے والا لفظ منفی معنوں میں استعمال ہونے لگے یا پھر منفی استعمال ہونے والا لفظ مثبت استعمال ہونے لگے۔[56] جیسے کے اردو میں لفظ جہاد کی مثال ہے جو اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی جنگ کے لیے مستعمل تھا مگر موجودہ دور میں دہشتگردی کے منفی معنوں میں مستعمل ہے۔ یہی صورت حال لفظ سہولت کار کے ساتھ بھی پیش آئی۔

علم الاشتقاق زبان کے الفاظ کے متعلق ایک سنجیدہ اور دل چسپ علم کا نام ہے۔ علم لغت اور لسانیات کے حوالے سے اس کی اہمیت تو تسلیم شدہ ہے ہی مزید یہ کہ اس کے توسط سے اقوام کے ارتباط کی تاریخ کا بالواسطہ مطالعہ ہو پاتا ہے۔ علم الاشتقاق میں تحقیق و تفتیش کے بنیادی طور پر چار طریقے ہیں۔ علم اللسان، بولیاتی طریقہ کار، تقابلی طریقہ کار اور معنیاتی تبدیلی کا طریقہ کار۔ ماہرین اشتقاقیات نے جہاں اشتقاقی مباحث کے حوالے سے پیش آنے والے مسائل کی نشاندہی کی ہے وہی علم الاشتقاق کی تحقیق و تفتیش کے مدارج اور پیش کش کے حوالے سے وضع کیے گئے اصولوں کو بھی صراحت سے بیان کیا ہے۔ ان بنیادی نکات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اشتقاقی مباحث کی حامل کتب و فرہنگوں کا تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ باآسانی کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

[1] نورالحسن نیر، نور اللغات، جلد اول (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص۔

[2] سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۷ء)، ص ۲۶۶۔

[3] اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد اول (کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۲۰۱۳ء)، ص ۵۱۶۔

[4] ایضاً۔

[5] جان۔ٹی۔پلیٹس (John T.Plats)، *A Dictionary of Urdu Classical Hindi and English* (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز)، ص ۵۰۔

[6] الٰہی بخش اختر اعوان، کشاف اصطلاحات لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۹۶۔

[7] کلیم الدین احمد، *EnglishUrdu Dictionary*، جلد دوم (دہلی: نیشنل کونسل پر موشن آف اردو لینگویج، ۱۹۹۸ء)، ص ۴۲۹۔

[8] شان الحق حقی، اوکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری (اسلام آباد: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۴ء)، ص ۵۳۴۔

[9] سجیتا براہا (SejitaBraha)، "The Etymology of words"، https://www.researchgate.net/publication/333772536_The_Etymology_of_words_contents، بتاریخ ۶ ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۹:۰۰ بجے۔

[10] لیوزنگ (Liu Zheng)، *Etymological Application on English Word Memory* https://core.ac.uk/download/pdf/10597945.pdf، بتاریخ ۶ ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۰:۰۰ بجے۔

[11] https://www.sciencedirect.com/topics/social-sciences/etymology، بتاریخ ۶ ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۲:۰۰ بجے۔

[12] file:///C:/Users/HP/Downloads/Durkinreviewpublished.pdf، بتاریخ ۸ ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۰:۰۰ بجے۔

[13] گیان چند جین، عام لسانیات (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۵۶۲۔

لیوزنگ(Liu Zheng)، *Etymological Application on English Word Memory*،بتاریخ۸ستمبر۲۰۲۰ء،بوقت۱۰:۳۰بجے۔

[14]یوکومیلگل(YokovMalkiel)،"*Etymology and General Linguistic*"، ص۲۰۲۔

https://www.tandfonline.com/doi/pdf/10.1080/00437956.1962.11659774، بتاریخ۸ستمبر۲۰۲۰ء،بوقت۱۱:۰۰بجے۔

[15]ایضاً،ص۲۰۳۔

[16]ایضاً،ص۲۱۰۔

[17]گیان چند جین، عام لسانیات،ص۵۶۲۔

[18]یوکومیلگل(YokovMalkiel)،*Etymology and General Linguistic*، ص۲۱۲۔

[19]بوسونسن(Bo Svensen)،*A Hand book of Lexicography*(لندن:کیمبرج یونی ورسٹی پریس،۱۹۹۳ء)،ص۳۳۴،۳۳۳۔

[20]ایضاً،۳۳۴۔

[21]یوکومیلگل(YokovMalkiel)،*Etymology and General Linguistic*، ص۲۰۹،۲۰۸۔

[22]سید خواجہ حسینی،اردو لغت نویسی کے مسائل مشمولہ اردو لغات: اصول و تنقید،مرتب رؤف پاریکھ (کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۴ء)،ص۴۶۔

[23]محمد ذاکر معیاری اردو لغت:ایک خاکہ مشمولہ لغت نویسی کے مسائل،مرتب گوپی چند نارنگ(نئی دہلی:ماہنامہ کتاب نما،۱۹۸۵ء)،ص۱۳۴۔

[24]قدرت نقوی،اطراف لغت مشمولہ اردو لغت نویسی تاریخ، مسائل اور مباحث مرتب رؤف پاریکھ(کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۷ء)،ص۳۷۸،۳۷۷،۳۶۹،۳۶۸۔

[25]یوکومیلگل(YokovMalkiel)،*Etymology and General Linguistic*، ص۲۰۹۔

[26]بوسونسن(Bo Svensen)،*A Hand book of Lexicography*،ص۳۳۴۔

[27]https://blog.lingoda.com/en/what-is-etymology-and-why-is-it-Important،بتاریخ۱۰دسمبر۲۰۲۱ء،بوقت۰۰:۱۲بجے۔

[28]https://tonkawritingcenter.wordpress.com/2017/05/25/the-importance of-etymology/،بتاریخ۱۰دسمبر۲۰۲۱ء،بوقت۰۰:۱بجے۔

[29]https//vocabularyIuau.com/7-reasons/etymology-is-important-for-teachers/،بتاریخ۱۰دسمبر۲۰۲۱ء،بوقت۰۰:۲بجے۔

[30]ف۔عبدالرحیم،پردہ اٹھا دوں اگر چہرہ الفاظ سے: اردو الفاظ کا دل چسپ، تاریخی ، لغوی و لسانی مطالعہ،صiii۔

[31]یوکومیلگل(YokovMalkiel)،*Etymology and General Linguistic*، ص۲۰۹۔

[32]بوسونسن(Bo Svensen)،*A Hand book of Lexicography*،ص۳۳۶۔

[33]ایضاً۔

[34]ایضاً،ص۳۳۷۔

[35]ایضاً،ص۳۳۷،۳۳۸

[36]ایضاً،ص۳۳۹تا۳۴۱۔

[37]گیان چند جین، عام لسانیات،ص۵۶۰تا۵۶۹۔

[38]یوکومیلگل(YokovMalkiel)،*Etymology and General Linguistic*، ص۲۰۹،۲۰۸،۲۰۵،۲۰۳۔

[39]Merriam-webster.com/dictionary/philology،بتاریخ۲۰ستمبر۲۰۲۰ء، بوقت۰۰:۱۰بجے۔

[40] https://www.worldhistory.org/Philology، بتاریخ ۲۰ ستمبر ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۰:۳۰ بجے۔

[41] لائیل کیمبل (Lyle Campbell)، *Historical Linguistics: An Introduction*، (امریکہ: ایم۔آئی۔ٹی پریس ۱۹۹۹ء)، ص ۲۷، ۳۲، ۳۵، ۳۳، ۲۸۔

[42] https://www.worldhistory.org/Philology، بتاریخ ۱۰ مئی ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۰:۰۰ بجے۔

[43] https://www.worldhistory.org/Philology، بتاریخ ۱۸ مئی ۲۰۲۰ء، بوقت ۱۱:۰۰ بجے۔

[44] والٹ ولف رام (Walt Wofram)، ٹیٹلی شیلنگ ایسٹس (TatarieSailling Estes)، "Dialectology and Linguistic Diffusion" مشمولہ *The Hand book of Historical Linguistic*، مرتبین برین ڈی جوزف (Bran D. Joseph)، رچرڈ ڈی جنڈا (Richard D. Janda) (برلن: بلیک ویل پبلشنگ، ۲۰۰۳ء)، ص ۷۲۰۔۱۴۷۔

[45] لائل کیمبل (Lyle Compbell)، "How to show language are related: Methods for distant Gentic Relation" مشمولہ *The Hand book of Historical Linguistic*، مرتبین برین ڈی جوزف (Bran D. Joseph)، رچرڈ ڈی جنڈا (Richard D. Janda) (برلن: بلیک ویل پبلشنگ، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۹۱، ۱۹۴۔

[46] https://lrc.la.utexas.edu/books/directions/5-weinreich

[47] En.wikipedia.org/wiki/Diglossia، بتاریخ ۱۸ مئی ۲۰۲۰ء، بوقت ۳:۰۰ بجے۔

[48] چارلس اے فرگوسن (Charles A Ferguson) "Diglossia"، http://doi.org/10.1080/00437956.1959.11659702، ص ۲۲۶۔۲۳۶، بتاریخ ۱۰ جون ۲۰۱۹ء، بوقت ۱۱:۰۰ بجے۔

[49] ایضاً۔

[50] https://lrc.la.utexas.edu/books/directions/5-weinreich

[51] رابرٹ ایل رینکن (Robert L. Rankin)، "The Comparitive Method" مشمولہ *The Hand book of Historical Linguistic*، مرتبین برین ڈی جوزف (Bran D. Joseph)، رچرڈ ڈی جنڈا (Richard D. Janda) (برلن: بلیک ویل پبلشنگ، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۸۵۔۱۸۸۔

[52] ایضاً، ص ۱۱۵۔۱۰۸۔

[53] بینجامین ڈبلیو فورٹسن (Benjamin W. Fortson)، "An Approach to Semantic Change" مشمولہ *The Hand book of Historical Linguistic*، مرتبین برین ڈی جوزف (Bran D. Joseph)، رچرڈ ڈی جنڈا (Richard D. Janda) (برلن: بلیک ویل پبلشنگ، ۲۰۰۳ء)، ص ۶۵۴۔

[54] اقتدار حسین خان، اردو صرف ونحو (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۵۔۱۳۔

[55] بینجامین ڈبلیو فورٹسن (Benjamin W. Fortson)، "An Approach to Semantic Change" مشمولہ *The Hand book of Historical Linguistic*، مرتبین برین ڈی جوزف (Bran D. Joseph)، رچرڈ ڈی جنڈا (Richard D. Janda) (برلن: بلیک ویل پبلشنگ، ۲۰۰۳ء)، ص ۶۵۴۔

[56] ایضاً، ص ۶۵۰۔۶۴۸۔